م - ج - ندیم

جب شانتی نگر جل رہا تھا۔

یہ اس دن کی بات ہے جب پاکستان کا ہر فرد خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب یا قوم سے تھا بغیر کسی امتیاز کے کشمیریوں کے ساتھ مکمل طور پر یکجہتی کا ثبوت دیتے ہوئے ہڑتال میں شریک ہوا۔ ان کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں پر افسوس کا اظہار کیا، لیکن افسوس کہ اسی شام ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسیحی قوم پر اپنے ہی وطن کے لوگوں نے اس قدر ظلم ڈھایا کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتے ہوئے شرم محسوس کرے۔ ۱۹۴۷ء کا واقعہ ایک دفعہ پھر دہرایا گیا، شانتی نگر پاکستان میں مقبوضہ کشمیر بن گیا۔

۵ فروری کی شام رانا رمضان دھوڑپٹ (حوالدار) خانیوال سے شانتی نگر تک اپنے ساتھیوں کے ہمراہ "دھوڑپٹ داہویا" اگلی شام تک نجانے کیا کچھ کر گیا۔ سانحہ شانتی نگر کی تفصیل اب تک ہر فرد جان چکا ہے۔ جس کسی نے بھی یہ منظر دیکھا پتھرا کر رہ گیا۔ ہر دانشور اہل وطن نے خواہ وہ مسیحی تھا یا مسلم اس پر برملا کہا۔

کس نے نفرت کے جلائے ہیں چراغ
پیار کی شمع بجھا دی کس نے

اختلافات تو ہو جاتے ہیں
اس قدر بات بڑھا دی کس نے

میرا روگ پہچان کے چپ اے
جاندا اے پر جان کے چپ اے

مگر افسوس کہ صدر مملکت نے کسی قسم کا اظہار نہ کیا شاید

رسوائیوں کے ڈر سے وہ چپ تھا میری طرح
معلوم ورنہ دل کی حقیقت اسے بھی تھی

تاہم پھر بھی ہم ان اصحاب دانش وعلماء کرام کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے ہمارے اس دکھ کو سمجھا اور اس واقعہ کی بھرپور مذمت کی اور اہلِ وطن کی توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ کس طرح لوگ ۲۹۵

- سی کی آڑ میں فرقہ واریت کو فروغ دے کر فسادات برپا کرتے ہیں۔ یوں نہ صرف اپنے ملک و قوم کو بدنام و رسوا کرتے ہیں، بلکہ اپنے ملک کی ترقی اور خوشحالی کی راہ میں رکاوٹیں بھی ڈالتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کی بھینٹ منظور مسیح چڑھایا گیا۔ جس کا خاندان آج شاید پاکستان کی نسبت بہتر زندگی گزار رہا ہے، مگر ان کا دل آج بھی اپنی مٹی کو ملنے کے لیے ترستا ہے۔ اپنے دیس کے باسیوں کو دیکھنے کے لیے تڑپتا ہے، لیکن اس لٹکتی تلوار کے سائے میں ان میں جینے کی سکت نہیں۔ اپنے وطن کو چھوڑتے ہوئے ان کے دل اس قدر اداس تھے کہ ان کے منہ سے بے اختیار نکل رہا تھا۔

دیس نکالا کیوں دیتے ہیں ہم کو آج ہمارے لوگ
بولو چھوڑ کے کیسے جائیں اپنے شہر کے پیارے لوگ

اسی طرح نہ صرف مسیحی بلکہ بہت سے مسلمان بھی اسی خوف کے سائے تلے زندگی گزار رہے ہیں۔ شانتی نگر جیسے بڑے سانحہ سے یہ واضح ثبوت ملتا ہے کہ کسی دھوڑ پٹ کی بجائے موجودہ نظام کو بدلنے کی ضرورت ہے، لاقانونیت کو ختم کر کے قانون کی حکمرانی کو فروغ دینے کی ضرورت ہے، ۲۹۵-سی جیسے قوانین کو ختم کرنے کی ضرورت ہے جو انتقامی کاروائیوں کو جنم دینے اور نفرت کے جذبات ابھارنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب اس کا وجود نہ تھا تو مسیحی مسلم کس طرح پیار محبت سے زندگی گزارتے تھے، ملنا جلنا تھا، کھانا پینا تھا۔

ہم شکر گزار ہیں اپنے ایم - این - اے حضرات کے جنہوں نے اس دکھ کو بڑے حساس انداز سے محسوس کرتے ہوئے جناب وزیر اعلیٰ پنجاب سے اس واقعہ کی تحقیق ہائی کورٹ کے جج صاحبان سے کروانے کی اپیل کی اور وزیر اعلیٰ نے اس کے لیے ٹربیونل مقرر کیا۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ ٹربیونل اس واقعہ کی بڑی مکمل اور غیر جانبدار تحقیقات کر کے شرپسند عناصر کو قانون کی بالادستی قائم رکھتے ہوئے سزا دے گا۔ جنہوں نے نہ صرف ۱۲۰ الف، ۲۹۵، ۲۹۵ الف جیسے قانون کی بلکہ دوسرے بہت سے قوانین کی بھی خلاف ورزی کی ہے۔ اُمید واثق ہے کہ حکومت پاکستان جلد ایسے قوانین کو جن سے فرقہ واریت جنم لیتی ہے، نفرتیں کدورتیں پیدا ہوتی ہیں، ختم کر کے ہر اہل وطن کو مکمل تحفظ کی ضمانت دے گی کیونکہ

اس پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں
سانجھی اپنی خوشیاں اور غم ایک ہیں

دعا ہے کہ خدا ہمارے ملک کو ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن کرے۔ ایسے لوگوں کی رہنمائی کرے جو اپنے مفادات کی خاطر ملکی ساکھ کو داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ (پندرہ روزہ "کاتھولک نقیب"، لاہور - ۱۶ - ۳۱ مئی ۱۹۹۷ء)